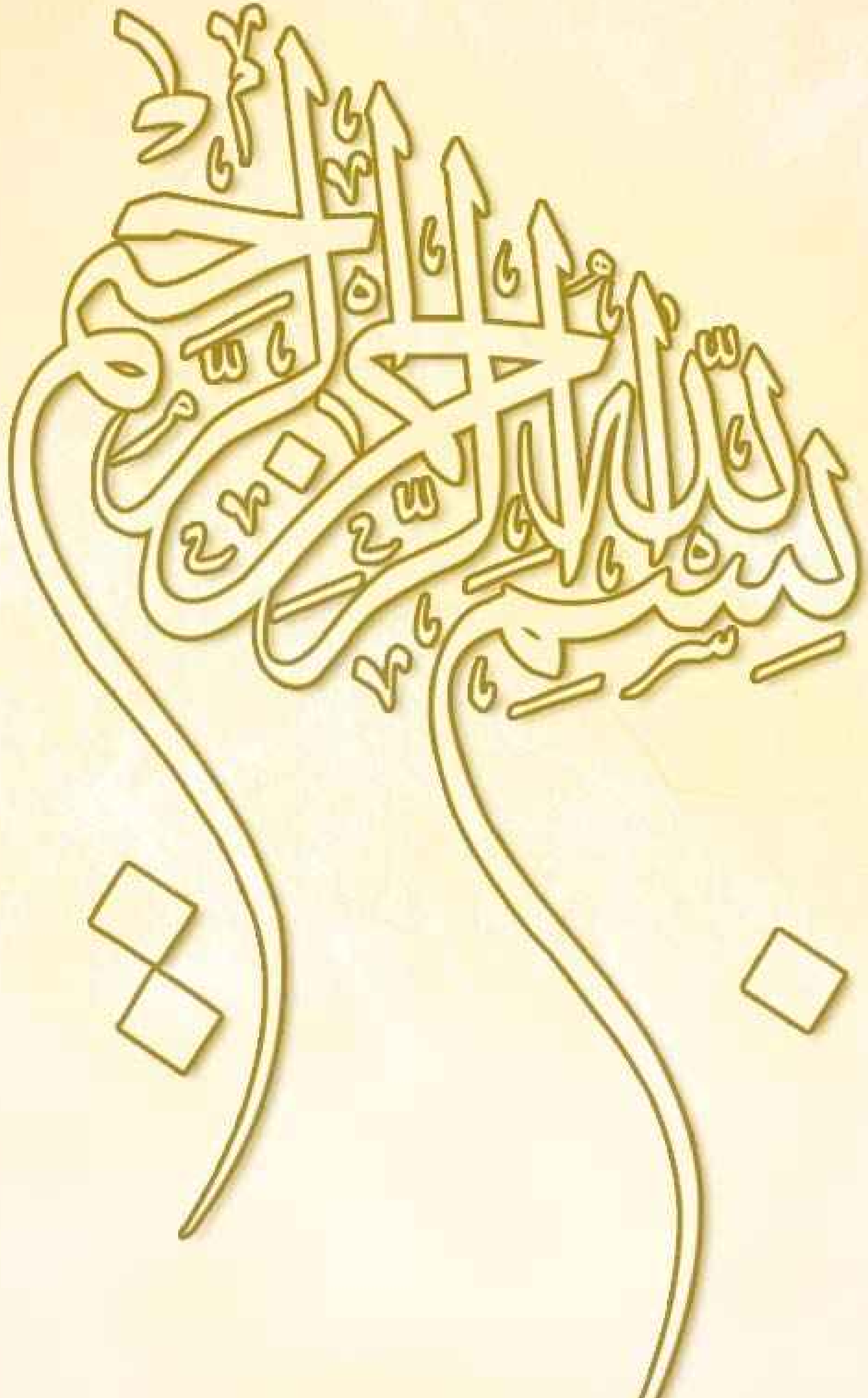
تمہیں خبر بھی نہیں

موجِ غزل کتابی سلسلہ نمبر ۲۴۶

مرتبہ

نوید ظفر کیانی


بسم الله الرحمن الرحيم

فیس بک عالمی ادبی گروپ موجِ غزل کے ''منفرد ردیف و نظم رنگ'' مشاعرہ کے تحت
منعقدہ مشاعرہ نمبر ۲۴۶ بتاریخ ۲ جنوری ۲۰۲۱ء پر مشتمل برقی کتاب

تمہیں خبر بھی نہیں

موجِ غزل کتابی سلسلہ نمبر ۲۴۶

گروپ منتظمین:

ہاشم علی خان ہمدم
نوید ظفر کیانی
روبینہ شاہین بینا
نادیہ سحر
قدسیہ ظہور

مرتب:

نوید ظفر کیانی

mudeer.ai.new@gmail.com
https://archive.org/details/@nzkiani
https://www.facebook.com/groups/1736109056634616/

فہرست

۱ ہاشم علی خان ہمدم
پیشرس۔ تمھیں خبر بھی نہیں ۶

۲ اجمل صدیقی
بے خبری (نظم) ۷

۳ اصغر شمیم
وہ جیتے مرتے اکیلے، تمھیں خبر بھی نہیں ۷

۴ اقبال اشعر
تو شام ہونے لگی ہے، تمھیں خبر بھی نہیں ۸

۵ امیر معاویہ
مکان ہو گا بھی لامکاں، خبر بھی نہیں ۸

۶ ایم اکرام الحق
سنی ہے سب نے حکایت تمھیں خبر بھی نہیں ۹
مری نگاہیں تمھیں کو چاہیں، تمھیں خبر بھی نہی۔۔ ۹

۷ بشریٰ سعید عاطف
گلاب لہجہ بنایا، تمھیں خبر بھی نہیں ۱۰

۸ تنویر سحری رامپوری
نہ ہو گا کوئی بھی ہمسر، تمھیں خبر بھی نہیں ۱۰

۹ جاوید عارف
تمام عمر کہیں ہم تمھیں خبر بھی نہیں ۱۱

۱۰ جیا قریشی
کھلا ہوا ہے دریچہ، تمھیں خبر بھی نہیں ۱۱

۱۱ خالد محمود خان
دل کا کیا رنگ، تمھیں خبر بھی نہیں ۱۲

۱۲ خاور چشتی
ہوئے وہ مجھ پہ بہت مہرباں خبر بھی نہیں ۱۲

۱۳ ذہینہ صدیقی
تمھارے در پہ ہم آئے، تمھیں خبر بھی نہیں ۱۳

۱۴ راغب کلیم
بہت بیمار ہے آ گھر، خبر تجھ کو نہیں شائد ۱۳

۱۵ رانا عبدالدیان
کسی کی جاں پہ بن آئی تمھیں خبر بھی نہیں ۱۴

۱۶ رزاق تحسین
غموں نے مجھ کو ہے پالا تمھیں خبر بھی نہیں ۱۴
مجھے دکھا گیا چہرہ، تمھیں خبر بھی نہیں ۱۵

۱۷ روبینہ شاہین بینا

اب ہماری تمہیں خبر بھی نہیں ۱۵

۱۸ سیّد فرخ رضا ترمذی

ہر ایک گھر میں مصیبت، تمہیں خبر بھی نہیں ۱۶

۱۹ سیّدہ منور جہاں منور

عجب ہے سوزِ محبت، تمہیں خبر بھی نہیں ۱۶

۲۰ سیّد عادل عزیز

ملی ہے تم کو وفا پر تمہیں خبر بھی نہیں ۱۷

۲۱ شاہین فصیح ربانی

گزر رہے ہیں یونہی دن تمہیں خبر بھی نہیں ۱۷

۲۲ شمیم چودھری

بپا ہے شہر میں طوفاں تمہیں خبر بھی نہیں ۱۸

۲۳ صوفیہ حامد

وہ سنگ تیرے نکھر گئی ہے تجھے خبر بھی نہیں۔۔ ۱۸

۲۴ ضیاء شہزاد

زمین پر ہو قیامت، تمہیں خبر بھی نہیں ۱۹

۲۵ عاقب چشتی

تمہارا ہوں میں دوانہ تمہیں خبر بھی نہیں ۱۹

۲۶ عبدالغنی ماہر

تمہاری آنکھوں میں امرت تمہیں خبر ہی نہیں ۲۰

۲۷ علاؤالدین حیدر

اے میرے سنگ کی مورت تمہیں خبر ہی نہیں ۲۰

۲۸ فرحان گولو

یہ رات کیسے بتائی، تمہیں خبر بھی نہیں ۲۱

۲۹ محمد رضا نقشبندی

بے خبری (نظم) ۲۱

مرا ہے کون یہ تازہ، تمہیں خبر بھی نہیں ۲۲

بے خبری (نظم) ۲۲

۳۰ مسعودہ ریاض

بے خبری (نظم) ۲۳

۳۱ مہتاب شہزادی

بے خبری (نظم) ۲۳

۳۲ نادیہ سحر

یہ زندگی کا سفر ہے، تمہیں خبر ہی نہیں ۲۴

۳۳ نوید ظفر کیانی

کسی کی فردِ عمل کے ناقد، تمہیں خبر بھی نہیں۔۔ ۲۴

بے خبری (نظم) ۲۵

۳۴ ہاشم علی خان ہمدم

تمہارا ہونے لگا ہوں، تمہیں خبر بھی نہیں ۲۶



پیش رس

بے خبری

تمہارا ہونے لگا ہوں، تمہیں خبر بھی نہیں
میں ہوش کھونے لگا ہوں، تمہیں خبر بھی نہیں
وفا کے شہر میں ہمدم عجب گرانی ہے
میں خرچ ہونے لگا ہوں، تمہیں خبر بھی نہیں

معلوم سے نامعلوم زمانوں کا سفر طے کرتا انسان عالم ارواح سے عالمِ ابد کی تلاش میں چلا جا رہا ہے۔ اس سفر میں جاننے اور نہ جاننے کی کش مکش نے آگہی کے مراحل پیچ دار الجھن میں سلجھانے کی سعی کی ہے۔ گردو پیش کے منظر، پس منظر اور خارجی و داخلی کیفیات سے بے خبری نے انسان کو اپنی شناخت سے بیگانہ اور بے خود کیا ہوا ہے۔ خود آگاہی میں ہی انسانیت کی عظمت ہے۔ گردشِ ایام پکار پکار کر کہہ رہی کہ اے غافل انسان! تمہیں خبر بھی نہیں۔۔۔ وقت کی تیز رفتار انسان کے فانی جہاں کے انجام کی خبر دیتی ہے۔ انسان بہت کچھ جانتا بھی ہے اور بہت کچھ نہیں بھی جانتا۔ شاید انسان جان بوجھ کر تجاہلِ عارفانہ کا مظاہرہ کرتا ہے۔ شاید وہ اس راز سے واقف ہے کہ جاننے کا دکھ نہ جاننے کے دکھ سے زیادہ ہوتا ہے۔ شاید یہی بے خبری انسان کی خوشی کا راز بھی ہے کہ اس نے بے خبر رہ کر معلوم دنیا کو ہی اپنی خوشی اور مسرت کا محور بنا رکھا ہے۔ اللہ ہم سب انسانوں کو اپنی شناخت کے سفر میں خود آگاہی عطا فرمائے اور بے خبری کے کرب سے آزاد فرما کر شعور کی پختگی اور منزلِ حقیقی کے سفر میں بامراد فرمائے۔ آمین۔

موج غزل عالمی مشاعرہ کی ۲۴۶ ویں محفل میں منفرد ردیف ''تمہیں خبر بھی نہیں'' اور ''بے خبری'' کے عنوان پر نظم رنگ سجایا گیا۔ خوب صورت کلام تخلیق کیا گیا۔ موجِ غزل انتظامیہ نے اپنی محنت اور لگن سے خوب صورت کلام پر مشتمل برقی کتاب کی اشاعت کا اہتمام کیا ہے۔ خوب صورت ادبی مجلّے کی اشاعت پر تمام انتظامیہ اور ممبران کو ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں۔ اللہ سب کو اپنی امان میں رکھے۔ آمین، ثم آمین۔

ہاشم علی خان ہمدم
منتظم موج غزل ادبی فورم



اجمل صدیقی

بے خبری

کائناتِ اصغر کے
پیچ در پیچ
خم درخم سلجھاتا ہوں
لفظ معنی سے بیگانہ ہیں
ادراک کا شیشہ دھندلا ہے
ایٹم کے دھماکے میں
روح کی چیخ کھو گئی ہے
میرا ذہن معلوم کی ریت میں دھنس گیا ہے
اور احساس کو علم کا زہر ڈس گیا ہے
میں جان کر اور تنہا ہو گیا ہوں۔۔۔
نہ ابتدا کی خبر ہے نہ انتہا کی



آصغر شمیم

وہ جیتے مرتے اکیلے تمہیں خبر بھی نہیں
عجیب لوگ ہیں رہتے تمہیں خبر بھی نہیں

جو رات بھر ہیں ترے ساتھ خواب کی مانند
نہیں رہیں گے سویرے تمہیں خبر بھی نہیں

تمہارا ساتھ ہمیشہ نبھا نہیں سکتے
یہاں کے لوگ ہیں ٹیڑھے تمہیں خبر بھی نہیں

نظر جو آتے ہیں دشمن یہاں محبت کے
وہ پیار کرتے تھے پہلے تمہیں خبر بھی نہیں

نظر جو آتا ہے ویران سا یہ گھر اصغرؔ
یہاں بھی لگتے تھے میلے تمہیں خبر بھی نہیں



اقبال اشعرؔ

لو شام ہونے لگی ہے، تمھیں خبر بھی نہیں
کہ دھوپ سونے لگی ہے، تمھیں خبر بھی نہیں

شروع ہوئی ہے کہانی مری جدائی کی
کہ رات رونے لگی ہے، خبر بھی نہیں

لہو لہو ہیں فصیلیں مری وفاؤں کی
یہ بات ہونے لگی ہے، تمھیں خبر بھی نہیں

جو چپ کے تالے، نگاہوں نے آج توڑ دیے
تو بات ہونے لگی ہے، تمھیں خبر بھی نہیں

ذرا سی دیر ہے ظلمت بکھرنے والی ہے
کہ رات ہونے لگی ہے، تمھیں خبر بھی نہیں

ہماری ذات پہ ہنستی ہے زندگی اشعرؔ
وہ آج رونے لگی ہے، تمھیں خبر بھی نہیں



امیرؔ معاویہ

مکان ہو گا کبھی لا مکاں، خبر بھی نہیں
ہے آخرت پہ مکمل جہاں، خبر بھی نہیں

زمانے بھر کی سکونت کو چھوڑ کر ہم نے
بنا لیا ہے کہاں؟ آشیاں، خبر بھی نہیں

بھلا کے زیست کا مقصد مفاد میں خود کو
بنا لیا ہے بہت ناتواں، خبر بھی نہیں

مجھے اکیلا کیا ہے وفا کے رستے پر
چلے گئے ہو نجانے کہاں، خبر بھی نہیں

امیرؔ نقشِ قدم تم سمجھ رہے ہو جسے
وہی نہ ہو کہیں منزل کی جاں، خبر بھی نہیں



ایم اکرام الحق

سنی ہے سب نے حکایت تمہیں خبر بھی نہیں
بپا ہے گھر میں قیامت تمہیں خبر بھی نہیں

ترے لیے ہی وچھوڑا سہا ہے جیون میں
سزا بنی ہے محبت تمہیں خبر بھی نہیں

مخالفوں نے حمایت میں گفتگو کر کے
دکھائی ہے کیسی فصاحت تمہیں خبر بھی نہیں

ترے غرور محبت کی جانچ کرنے کو
بنی ہے ایک عدالت تمہیں خبر بھی نہیں

کسی کو تم نے جفا کار بن کے چھوڑا تھا
کسے ہے تم سے شکایت تمہیں خبر بھی نہیں

فصیل شہر میں ہوتی ہیں سازشیں کیسی
رواں دواں ہے عداوت تمہیں خبر بھی نہیں

کہاں کہاں ہے رگیدا سماج نے مجھ کو
کہاں کہاں تھی روایت تمہیں خبر بھی نہیں

وفا کشید کرانا نہیں ہے آساں حق
کہاں سنی تھی کہاوت تمہیں خبر بھی نہیں



ایم اکرام الحق

مری نگاہیں تجھی کو چاہیں تمہیں خبر بھی نہیں ہے شاید
وہ نقش تیرے ہی بس تراشیں تمہیں خبر بھی نہیں ہے شاید

تمہی کو ڈھونڈیں پناہ گاہیں تمہیں خبر بھی نہیں ہے شاید
تری جدائی میں سب ہیں آہیں تمہیں خبر بھی نہیں ہے شاید

یہ دل ہے میرا غلام تیرا تلاش کرتا ہے منزلوں کو
اداس لگتی ہیں مجھ کو راہیں تمہیں خبر بھی نہیں ہے شاید

سماج سارا ہوا ہے تیرا تلاش کرتی فقط تجھے ہیں
زمانے بھر کی یہاں نگاہیں تمہیں خبر بھی نہیں ہے شاید

اداس سوچوں پہ تم ہو غالب خیال دل سے الجھ رہے ہیں
حسین راتیں خراج مانگیں تمہیں خبر بھی نہیں ہے شاید

مرے خیالوں پہ تیرا غلبہ تری ہیں یادیں بنی ہوئی سب
یہ دل کی میرے اماج گاہیں تمہیں خبر بھی نہیں ہے شاید

تری جدائی عذاب لگتی ہے خواب سارے بکھر چکے حق
کہاں ملیں گی انہیں پناہیں تمہیں خبر بھی نہیں ہے شاید

بشریٰ سعید عاطف

گلاب لہجہ بنایا، تمہیں خبر بھی نہیں
کمالِ ضبط دکھایا، تمہیں خبر بھی نہیں

لہو دیے میں جلایا، تمہیں خبر بھی نہیں
غرورِ حسن اٹھایا، تمہیں خبر بھی نہیں

ہوئے ہیں خاک محبت میں دیکھ لو آ کر
جنونِ عشق کمایا، تمہیں خبر بھی نہیں

ہماری آنکھ سے دریا جو بہہ رہا ہے ابھی
یوں ہجر نے ہے رلایا، تمہیں خبر بھی نہیں

شکست ہم نے اندھیروں کو دی ہے ایسے صنم
دیا ہوا میں جلایا، تمہیں خبر بھی نہیں

کتابِ دل بھی سجائی تمہارے نام سے اب
تمہارا نقش بنایا، تمہیں خبر بھی نہیں

جگہ ملی نہیں بشریٰ تمہارے قدموں میں
انا کا بت بھی گرایا، تمہیں خبر بھی نہیں



تنویر سحری رامپوری

نہ ہوگا کوئی بھی ہمسر تمہیں خبر بھی نہیں
جو ہوگا قبر میں منظر تمہیں خبر بھی نہیں

کہا تھا شافعِ محشر نے بابِ علم جسے
وہی تھا علم کا مظہر تمہیں خبر بھی نہیں

مدد کرے گا جو حق کو بچانے والو کی
وہ ہوگا کون سہ لشکر تمہیں خبر بھی نہیں

کہ جس کے در پہ رکھی تھی جبیں ستارے نے
وہی تھا نور کا پیکر تمہیں خبر بھی نہیں

وہ جس کے جینے کی تنویرؔ مانگتے ہو دعا
ہے اس کے ہاتھ خنجر تمہیں خبر بھی نہیں



جاویدؔ عارف

تمام عمر سہیں ہم تمہیں خبر بھی نہیں
تمہارے ناز فقط غم تمہیں خبر بھی نہیں

سکوں سے تخت پہ ظالم بیٹھے ہو سوچو ذرا
یہاں ہے ہر جگہ ماتم تمہیں خبر بھی

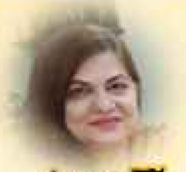
امیرِ شہر نہ اتنا غرور مال پہ کر
سدا رہے گا نہیں دم تمہیں خبر بھی نہیں

پرندے پیڑ سمندر تمام خوب مگر
یہاں فضول ہے آدم تمہیں خبر بھی نہیں

ہماری یاد بھی اک روز آئے گی ہے یقیں
پڑیں گے اشک مگر کم تمہیں خبر بھی نہیں

بڑا ہی ناز یہاں حسن پر جنہیں تھا کبھی
وہ آج خاک میں ہیں ضم تمہیں خبر بھی نہیں

عزیز دیتے تھے عارف فریب سب تو مگر
کسی کی آنکھ رہی نم تمہیں خبر بھی نہیں



جیاؔ قریشی

کھلا ہوا ہے دریچہ تمہیں خبر بھی نہیں
ادھر ادھر ہے تماشا تمہیں خبر بھی نہیں

پڑھا کرو مرے جذبے ہیں میری آنکھوں میں
کھلی کتاب ہے چہرہ تمہیں خبر بھی نہیں

کسی کے پیار میں جینے کو مرنا پڑتا ہے
یہ ہے وفا کا تقاضا تمہیں خبر بھی نہیں

وہ جس پہ انگلی اٹھانے کا سوچتے ہو تم
پھٹا ہوا ہے وہ کرتا تمہیں خبر بھی نہیں

نہ جانے کون چھپا ہے تمھارے لہجے میں
بھرا ہے زہر یہ کیسا تمہیں خبر بھی نہیں

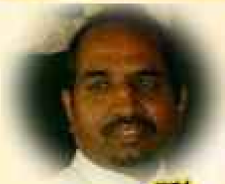
تمہارے پاؤں میں دریا کی موج تھی لیکن
تمام شہر تھا پیاسا تمہیں خبر بھی نہیں

یہاں خلوص کوئی مفت بھی نہیں لیتا
خرید لائے ہو مہنگا تمہیں خبر بھی نہیں

تمھاری سادہ دلی کہ یقین کر بیٹھے
لگا رہا تھا وہ مسکا تمہیں خبر بھی نہیں

وہ جس کی ذات سے واقف تمام دنیا تھی
مجھے اسی نے کہا تھا تمہیں خبر بھی نہیں

یہاں تو لوگ نگاہوں سے مار دیتے ہیں
جیاؔ یہ زخم ہے گہرا تمہیں خبر بھی نہیں



خالدؔ محمود خان

دل کا کیا رنگ، تمہیں خبر بھی نہیں
یہ ہے سارنگ، تمہیں خبر بھی نہیں

خود سے لڑتا ہوں میں تمہارے لئے
زیست ہے جنگ، تمہیں خبر بھی نہیں

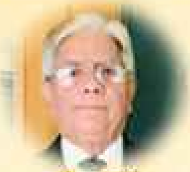
ہم ہی عاشق، نہ اب وہ عاشق ہے
بھوک ہے ننگ، تمہیں خبر بھی نہیں

جھاڑیاں اُگ رہی ہیں چاروں طرف
ہے زمیں تنگ، تمہیں خبر بھی نہیں

تجھ کو بھولا ہوں کیا کسی دن میں
عقل ہے دنگ، تمہیں خبر بھی نہیں

آج پھر اُس جگہ تمہیں دیکھا
ہے دل آہنگ، تمہیں خبر بھی نہیں

اب تو خالدؔ بھی کب تمہارا رہا
کس کے ہے سنگ، تمہیں خبر بھی نہیں



خاورؔ چشتی

ہوئے وہ مجھ پہ بہت مہرباں، خبر بھی نہیں
رکھی ہوئی تھی محبت نہاں، خبر بھی نہیں

بہت حسین تھے لمحے وہ جب ملے دونوں
نہ چھوڑا بیچ کوئی بھی نشاں، خبر بھی نہیں

وہ تیرہ ہجر کی شب جو کٹی تھی آنکھوں میں
یہ دردِ دل ہے اسی کا گماں، خبر بھی نہیں

کسی غریب کی خاطر کماؤ نیکی کبھی
کبھی کیا نہ کسی نے یہ دھیاں، خبر بھی نہیں

بہت عجیب مراحل ہیں الجھنیں ہیں بہت
پڑا ہوا ہوں زمیں پر کہاں، خبر بھی نہیں

نجانے کون سی آتش جلا رہی مجھے
ہوا ہے چاروں طرف ہی دھواں، خبر بھی نہیں

چلا وہ چھوڑ کے خاورؔ نظر چراتے ہوئے
گزر گیا ہے وہ لمحہ گراں، خبر بھی نہیں



راغبؔ کلیم

بہت بیمار ہے آ گھر خبر تجھ کو نہیں شاید
ہے ماں دینار سے بڑھ کر خبر تجھ کو نہیں شاید

جو اڑنا چاہتے ہیں حوصلوں سے ایک دن ان کے
نکل آتے ہیں بال و پر خبر تجھ کو نہیں شاید

تو اوروں کو دکھاتا پھر رہا ہے آئینہ جب کہ
نقائص ہیں ترے اندر خبر تجھ کو نہیں شاید

جگر کو اب بھی میرے چاک کر کے دیکھ لے جاناں
ہے تیرا نام ہی دل پر خبر تجھ کو نہیں شاید

تو اپنے آپ کو کمتر کسی سے کیوں سمجھتا ہے
حقیقت میں ہے تو گوہر خبر تجھ کو نہیں شاید

لگایا ہے کسی نے زخم تیرے دل پہ اے راغبؔ
ہیں آنکھیں آنسوؤں سے تر خبر تجھ کو نہیں شاید



ذہینہؔ صدیقی

تمہارے در پہ ہم آئے تمہیں خبر بھی نہیں
ہزاروں پھول کھلائے تمہیں خبر بھی نہیں

جو کھو گئے تھے تنفّر کے راستوں میں کہیں
ہم اُن کو ڈھونڈ کے لائے تمہیں خبر بھی نہیں

خزاں کے دور میں کُملا گئے تھے جو غنچے
بہاریں ساتھ لے آئے تمہیں خبر بھی نہیں

کہا انہوں نے تھا جی بھر کے مُسکرائیں گے
وہ اشک آنکھ میں لائے، تمہیں خبر بھی نہیں

تمہیں یقین تھا غیروں پہ وہ تو آئیں گے
وہ جان کر نہیں آئے تمہیں خبر بھی نہیں

جنہیں تُم غیر سمجھتے تھے بزمِ شعراء میں
اُنہیں نے ناز اُٹھائے تمہیں خبر ہی

وہ سائے کی طرح اب بھی ذہینہؔ ساتھ میں ہیں
جو تُم کو چھوڑ کے آئے تمہیں خبر بھی نہیں



رانا عبدالدیان

کسی کی جاں پہ بن آئی تمھیں خبر بھی نہیں
کسی کی آنکھ بھر آئی تمھیں خبر بھی نہیں

کوئی تمھارے لیے اس جہان سے گزرا
کسی کی یاد نہ آئی تمھیں خبر بھی نہیں

خزاں کے مارے ہوئے بیل بوٹے کھل اٹھے
بہار لوٹ کے آئی تمھیں خبر بھی نہیں

ہمارے شہر کی چڑیا اداس بیٹھی ہے
وہ کس کے دل میں سمائی تمھیں خبر بھی نہیں

وہ دل کی بات محبت بھری کہانی تھی
نظر ملا کے دکھائی تمھیں خبر بھی نہیں



رزاق تحسینؔ

غموں نے مجھ کو ہے پالا تمھیں خبر بھی نہیں
خوشی نے جھک کے سنبھالا تمھیں خبر بھی نہیں

زمانہ ڈھونڈتا پھرتا ہے سایہ دار درخت
مجھی کو تم نے اچھالا تمھیں خبر بھی نہیں

مری خطاؤں کا مطلب تمھیں نہیں معلوم
دکھوں سے تم کو نکالا تمھیں خبر بھی نہیں

خوشی کی تتلیاں اب تو فضا میں رقصاں ہیں
یہ رنگ بھی ہے نرالہ تمھیں خبر بھی نہیں

یہ زندگی بھی تو گزرے گی اب تمہارے سنگ
پیا جو ہاتھ کا پیالہ تمھیں خبر بھی نہیں

ذرا تو دیکھو محبت کی ہے نشانی یہ
بدن پہ آگیا چھالہ تمھیں خبر بھی نہیں

تمہارے پیار کے نرغے میں آگئے تحسینؔ
ہوا ہے دل یہ اجالا تمھیں خبر بھی نہیں



رزاق تحسین

مجھے دِکھا گیا چہرہ تمہیں خبر بھی نہیں
دِلوں کا ہو گیا سودا تمہیں خبر بھی نہیں

یہ پھول شبنمی رعنائیاں سنبھال انہیں
بنے گا دھول سراپا تمہیں خبر بھی نہیں

رکھو نا! پاؤں خدارا تمہیں اجازت ہے
سمن سمن ہے یہ دریا تمہیں خبر بھی نہیں

یہ رنگ تیرہ شبی کا ہے تم نے بھانپا کیا
دِیا نگاہوں نے دھوکا تمہیں خبر بھی نہیں

یہ دُھوپ پی کے کیا خود کو ہی امر میں نے
ملا مجھے وہی سایہ تمہیں خبر بھی نہیں

گماں تمہارا بھی کیسا فریب دیتا ہے
وہ میں ہو یا کوئی جھونکا تمہیں خبر بھی نہیں

تمہارا روپ تمہارا بنے گا دشمن بھی
خیال رکھنا ذرا سا تمہیں خبر بھی نہیں

روبینہ شاہین بینا

اب ہماری تمہیں خبر بھی نہیں
سب کو ہو گی تمہیں خبر بھی نہیں

ساری خبریں سڑی بھسی سی ہیں
چوندی چوندی تمہیں خبر بھی نہیں

اس نے غصے سے کیا کہا جانے
فارسی تھی، تمہیں خبر بھی نہیں

لوگ بریانی کے شکار میں ہیں
لیڈرانی! تمہیں خبر بھی نہیں

کالے لوگوں کے دُکھ تو وکھرے ہیں
ہائے گوری ! تمہیں خبر بھی نہیں

چھیڑتے ہو بھڑوں کے چھتوں کو
اوئے سودی تمہیں خبر بھی نہیں

آج اُس نے تمہیں شریف کہا
دی ہے گالی، تمہیں خبر بھی نہیں

آنے والی ہے چور در سے کوئی
جانے والی، تمہیں خبر بھی نہیں

تم بلاؤ تو دوڑتی آؤں
جیسے گولی، تمہیں خبر بھی نہیں

ساری دنیا کی دیتے ہو خبریں
اور اپنی تمہیں خبر بھی نہیں



سیّد فرخ رضا ترمذی

ہر ایک گھر میں مصیبت تمہیں خبر ہی نہیں
عجب تمہاری حکومت، تمہیں خبر ہی نہیں

تمہارے ہجر میں رو رو کے دن گزارے ہیں
ہر ایک پل تھا قیامت، تمہیں خبر ہی نہیں

بھلا کرے ہے جو تم سے اسی کو ڈستے ہو
کہاں سے پائی یہ عادت، تمہیں خبر ہی نہیں

مجھے رکھے ہے جو بے چین تیرے ہجر میں وہ
ہے تیرے قرب کی حسرت، تمہیں خبر ہی نہیں

جو حق پہ مرتے ہیں، زندہ ہمیشہ رہتے ہیں
شہادت راہ سعادت تمہیں خبر ہی نہیں

کسی کے سامنے آنے پہ دل جو خوش ہووے
یہی ہے یار محبت، تمہیں خبر ہی نہیں

نہ دن میں چین نہ شب کو سکون ملتا ہے
ہوا ہے ہجر اذیت، تمہیں خبر ہی نہیں



سیّدہ منور جہاں منوؔر

عجب ہے سوزِ محبت، تمہیں خبر بھی نہیں
ہوئی ہے برپا قیامت، تمہیں خبر بھی نہیں

تمہاری یاد ستاتی ہے روز و شب ہم کو
کہاں خیال سے فرصت، تمہیں خبر بھی نہیں

برس رہے ہیں مرے سر پہ چار جانب سے
ہزار سنگِ ملامت، تمہیں خبر بھی نہیں

ہمارے عشق کی خوشبو ہوا نے پھیلا دی
ہے پورے شہر میں شہرت، تمہیں خبر بھی نہیں

جو آستینوں میں بیٹھے ہیں سانپ چھپ چھپ کے
گزند ان کی ہے فطرت، تمہیں خبر بھی نہیں

تمہارے جانے سے کیا کیا بدل گیا نقشہ
بدل گئی مری قسمت، تمہیں خبر بھی نہیں

نظر میں جس کی منوؔر چھپا ہے اک جادو
دکھا دی اس نے کرامت، تمہیں خبر بھی نہیں



سیّد عادل عزیز

ملی ہے تم کو وفا پر تمہیں خبر بھی نہیں
دیا ہے تم نے دغا پر تمہیں خبر بھی نہیں

جو دل کو توڑے تو ملتا نہیں خدا اس کو
ملی ہے تم کو جزا پر تمہیں خبر بھی نہیں

قدم قدم پہ تو تم نے دکھائی رسوائی
ملا ہے تم کو صلہ پر تمہیں خبر ہی نہیں

ستم کو ڈھانے سے پہلے کبھی تو غور کرو
کہ حق ہے اس کی سزا پر تمہیں خبر بھی نہیں

سرور دل کو جو عادلؔ، ملا محبت کا
ہوئی قبول دعا پر تمہیں خبر بھی نہیں



شاہین فصیح ربانی

گزر رہے ہیں یونہی دن تمہیں خبر بھی نہیں
تمہیں خبر بھی ہے لیکن تمہیں خبر بھی نہیں

کبھی حصارِ انا سے نکل نہ پائے تم
جدا ہیں ظاہر و باطن تمہیں خبر بھی نہیں

تمہیں یہ زعم کہ مظلوم کے ہیں سب حامی
بنا نہیں کوئی ضامن تمہیں خبر بھی نہیں

محبتوں میں سہولت سے تم جو کر گزرے
نہیں وہ عام سے ممکن تمہیں خبر بھی نہیں

اب اس چراغ کو بے سود کیوں رگڑتے ہو
نکل کے جا بھی چکا جن تمہیں خبر بھی نہیں

مجھے خبر ہے مرے جسم کا ہو تم حصہ
سو میں ادھورا ہوں تم بن تمہیں خبر بھی نہیں

فصیحؔ پیار تمھارا ہے اس کی آنکھوں میں
نہیں ہوا ایسے بھی کمسن تمہیں خبر بھی نہیں



شمیمؔ چودھری

بپا ہے شہر میں طوفاں تمھیں خبر ہی نہیں
اسے ہے کر گیا ویراں تمھیں خبر ہی نہیں

نقب لگا کے مرے گھر کے چاروں جانب سے
اُٹھا کے لے گیا ساماں تمھیں خبر ہی نہیں

کسی کے چہرے پہ دیکھی ہے بڑھی جب سے
کیا ہے دِل کو پریشاں تمھیں خبر ہی نہیں

وہ ایک پنچھی جو آزاد اُڑتا پھرتا تھا
قفس میں ہے وہ مری جاں تمھیں خبر ہی نہیں

اندھیری رات میں صحرا کے درمیاں لا کر
یہ کس نے روک دیا ہے وہاں تمھیں خبر ہی نہیں

محبتوں سے جسے عمر بھر ہے سینچا شمیمؔ
اُجاڑا کس نے گلستاں تمھیں خبر ہی نہیں

صوفیہؔ حامد

وہ سنگ تیرے نکھر گئی ہے، تجھے خبر بھی نہیں ہے اب تک
لگن میں تیری سنور گئی ہے تجھے خبر بھی نہیں ہے اب تک

جو تیرے چہرے سے پردہ اُترا، تو کیا بتاؤں جو میں نے دیکھا
وہ میرے دل پر گزر گئی ہے، تجھے خبر بھی نہیں ہے اب تک

حسابِ سود و زیاں کیا لیتی، اجڑ گئی آرزو کی کھیتی
وہ ریزہ ریزہ بکھر گئی ہے، تجھے خبر بھی نہیں ہے اب تک

بس ایک لمحے میں طے کیا جانے کتنی صدیوں کا جو سفر تھا
جو میرے دل سے اتر گئی ہے، تجھے خبر بھی نہیں ہے اب تک

وہ کون ہے صوفیہؔ جو اب بھی فقط تری راہ دیکھتا ہے
بچھڑ کے تجھ سے کدھر گئی ہے، تجھے خبر بھی نہیں ہے اب تک



ضیا شہزادؔ

زمین پر ہو قیامت تمہیں خبر ہی نہیں
ہو جیسے میری ہی شامت تمہیں خبر ہی نہیں

کبھی نہ چین سے رہنے دیا ہے ظالم نے
تمہارا رنگِ محبت تمہیں خبر ہی نہیں

زمیں پہ صورتِ مہتاب اتری ہو جیسے
ہے تم پہ مہرباں قدرت تمہیں خبر ہی نہیں

تمہیں جو سوچوں تو مہکے چمن مرے دل کا
سراپا جیسے ہو نکہت تمہیں خبر ہی نہیں

تمہارے ہجر میں کٹتے نہیں ہیں دن میرے
برستی رہتی ہے وحشت تمہیں خبر ہی نہیں

مرے رقیب ہیں بیٹھے تمہارے کوچے میں
ہے میری کیسی یہ قسمت تمہیں خبر ہی نہیں

غریب ہے یہ تمہارے بنا ضیاء شہزادؔ
ہو اس کی تم ہی تو دولت تمہیں خبر ہی نہیں



عاقبؔ چشتی

تمہارا ہوں میں دوانہ تمہیں خبر بھی نہیں
بنایا تم نے فسانہ تمہیں خبر بھی نہیں

تمھاری واسطے آیا تھا وہ تو محفل میں
چلا کہاں پہ یگانہ تمہیں خبر بھی نہیں

بہ فیضِ ساقی یہاں رسمِ میکشی ہے رواج
ہے رندوں کا یہ زمانہ تمہیں خبر بھی نہیں

ملی تھی تم سے نظر اور ہوش ہی سے گئے
نہ ہم کو ہوش میں لانا تمہیں خبر بھی نہیں

تمھارے واسطے وقفِ دعا رہا عاقبؔ
مرے لبوں کا ترانہ تمہیں خبر بھی نہیں



عبدالغنی ماہرؔ

تمہاری آنکھوں میں امرت تمہیں خبر ہی نہیں
تمہارے لب پہ ہے شربت تمہیں خبر ہی نہیں

تم آئے چھت پہ حسیں چاند دیکھنے کو مگر
ہوئی ہمیں ہے محبت تمہیں خبر ہی نہیں

تمہارے حسن کی تعریف شاعری میں سنو
ہے ہم میں کچھ تو بلاغت تمہیں خبر ہی نہیں

ہے دل تو اپنا مگر حکم یہ تمہارا سنے
چلے تمہاری حکومت تمہیں خبر ہی نہیں

مرا سکون گیا، دل گیا، قرار گیا
لٹی ہے عشق میں دولت تمہیں خبر ہی نہیں

کبھی بھی عشق وہ بازار میں نہیں بکتا
نہ مول اسکا نہ قیمت تمہیں خبر ہی نہیں

بہا ہے اشک کا دریا، ہیں وحشتوں کے ستم
ہوئے ہے ہجر اذیت تمہیں خبر ہی نہیں

بلا کے اُن کو تصور میں کھو گئے ماہرؔ
کبھی کے آئی قیامت تمہیں خبر ہی نہیں



علاؤالدین حیدرؔ

اے میرے سنگ کی مورت تمہیں خبر ہی نہیں
نکھل گئی ہے محبت تمہیں خبر ہی نہیں

میں ہنستا کھیلتا انسان اشکبار ہوا
بدل گئی میری فطرت تمہیں خبر ہی نہیں

بچھڑ کے تم سے فقط وقت ہی نہیں گزرا
گزر گئی ہے قیامت تمہیں خبر ہی نہیں

بکھیرتی ہی رہی مجھ کو ذرے ذرے میں
یہ لن ترانی کی عادت تمہیں خبر ہی نہیں

جگائے رکھتی ہے راتوں کو بار بار مجھے
تمہارے دید کی حسرت تمہیں خبر ہی نہیں

تمہیں خبر ہی نہیں مجھ پہ کیا گزرتی ہے
ہوئی ہے جو مری حالت تمہیں خبر ہی نہیں

اے بے خبر یہ تُو جس کو گناہ سمجھتا ہے
یہ عشق تو ہے سعادت تمہیں خبر ہی نہیں

خدا کے قرب کا حیدرؔ یہی ذریعہ ہیں
یہ عشق اور عبادت تمہیں خبر ہی نہیں



فرحان گولو

یہ رات کیسے بتائی، تمہیں خبر بھی نہیں
جو ریت ہم نے نبھائی تمہیں خبر بھی نہیں

وہ زندگی کی مہک تھی، بہار کی خوشبو
جو میرے دل میں سمائی تمہیں خبر بھی نہیں

تمہیں خبر ہے فقط دل کی آگ وحشت ہے
جو وحشتوں نے بڑھائی تمہیں خبر بھی نہیں

ہمارے بیچ تعلق ہے دردِ ہجراں کا
پڑی ہوئی ہے جدائی تمہیں خبر بھی نہیں

ہمارا سر بھی سرِ دار کٹنے والا تھا
سزا وہ عشق میں پائی تمہیں خبر بھی نہیں



محمد رضا نقشبندی

بے خبری

جسے ڈھونڈا تھا جنگل میں
کبھی جمعہ میں منگل میں
کوئی اتوار کو نکلا
بھرے بازار کو نکلا
کسی نے شب بیداری کی
ہمیشہ چاند ماری کی
نشانے سب خطا نکلے
کہیں پر تو خدا نکلے
نہ مسجد ہے نہ مندر ہے
ملا جب اِک قلندر سے
مقدر کے سکندر سے
وہ بولا سن ارے ناداں
اسے بس ڈھونڈ اندر سے
سو بے خبرا یقیں نکلا
وہ شہ رگ کا مکیں نکلا



محمد رضا نقشبندی

مرا ہے کون یہ تازہ تمہیں خبر بھی نہیں
اٹھا ہے کس کا جنازہ تمہیں خبر بھی نہیں

تمہاری بات پہ یہ بادشاہ جلال میں ہے
سنو ملا دو پیازہ تمہیں خبر بھی نہیں

نہ جانے کس کے تصور میں تھی اری دلہن
ملا یہ کس نے ہے غازہ تمہیں خبر بھی نہی

تیری تلاش میں صیاد کی ہے تیاری
فضا میں اڑتے اے بازا تمہیں خبر بھی نہیں

میرے حبیب نے دیکھا بہت لگاوٹ سے
نوازا خوب نوازا تمہیں خبر بھی نہیں



محمد رضا نقشبندی

بے خبری

ہفتے گزرے ہیں، سال بدلا ہے
کیا خبر کس کا حال بدلا ہے
کون آیا گیا یہ کیا جانوں
کون مانا ، نہ مانا ، کیا مانوں
کیا بتاؤں تمہیں زمانے کا
کس کے جھنڈے کا یا ترانے کا
کون کچی سڑک سے گزرا ہے
پھر وہ پکی سڑک سے گزرا ہے
کون کڑکا ہے ، کون سہتا ہے
کون خاموش ، کون کہتا ہے
کس کے محبوب نے وفا کی ہے
کس نے الفت میں پھر جفا کی ہے
کون اترا ہے پھر چنابوں میں
کون جا کر بسا خرابوں میں
کیسے کس نے کسی کو لوٹا ہے
ہاتھ کس کا کسی سے چھوٹا ہے
کیسے کوئی امیر ہونے لگا
پل میں کوئی فقیر ہونے لگا
میری اتنی نظر نہیں لوگو
مجھ کو اپنی خبر نہیں لوگو

مسعودہ ریاض

بے خبری

تو نہیں جانتا جو گزری ہے
کیسے انجان ہو گیا مجھ سے
میرے دُکھ سے بھی بے خبر ہے تو
پھول سے جیسے بے خبر خوشبو
جانے اب اور کتنا بدلے گا
میرے جذبوں کو کتنا کچلے گا
جان مجھ سے چھڑائے گا اپنی
اِتنی بے خبری تو نہیں اچھی
سارے گیتوں میں سب فسانوں میں
تیرا ہی تذکرہ میں کرتی ہوں
نام لے لے کے تیرا جیتی ہوں
تو نے کیسے بھلا دیا مجھ کو
کیوں بُھلا کر دیا جدا مجھ کو
خود سے یوں دور کر کے مجھ کو تو
چین سے کیسے رہ سکے گا تو
کہاں تجھ کو خبر کہ ہم دونوں
جسم دو ہیں مگر ہیں اِک دونوں

مہتاب شہزادی

بے خبری

اہلِ دانش
حمل سے ہیں
عبث تدبیریں کرتے ہیں
فلسفے اور منطق کے ساتھ ملاپ کرتے ہیں
عقل افلاطون کو آباد رکھنا چاہتے ہیں
اِن کے ذہنی حوض کچی سے جیسے متعفن ہیں
ادراک بوجھ بن جاتا ہے
اور حکمت کی حد بھی فاسد ہے
آگاہی سے عاجز ہیں
نصف علم، عارضی ترقی پیدا کرتا ہے
ادب کو بھی فرسودہ کر چکے ہیں
نظریہ اضافت کو پہلے گناہ سے ملاتے ہیں
اپنے ہیجان سے پریشان ہیں
سمجھ سے پرے قیاس ہے
ان کی بالیدگی شہوت کی طرح ان کا گوشت چبا رہی ہے
بھٹکے ہوئے شعور تباہی لاتے ہیں
معرفت سے آگے خلا ہے
آج بھی علم ادھورا ہے
کیوں
تسخیر کائنات کے باوجود
انسان دل کی آرزو حاصل کرنے سے انجان ہے
نادانی معصوم ہے
لاعلمی بے ضرر ہے
علم کی ابتدا بے خبری ہے
علم کی انتہا بھی بے خبری ہے



نادیہ سحرؔ

یہ زندگی کا سفر ہے، تمھیں خبر ہی نہیں
زمانے بھر کو خبر ہے، تمھیں خبر ہی نہیں

چلیں تو رکنے کی مہلت کبھی نہیں ملتی
طلب کی راہگذر ہے، تمھیں خبر ہی نہیں

تمام صحنِ چمن جانتا ہے حال مرا
یہ گل کہ زخمِ جگر ہے، تمھیں خبر ہی نہیں

کبھی تو پرسشِ احوال کو چلے آتے
کوئی کہاں ہے کدھر ہے، تمھیں خبر ہی نہیں

سجا سنوار کے رکھا تمھاری یادوں کو
مگر یہ میرا ہنر ہے، تمھیں خبر ہی نہیں

تمھاری تیرہ شبی کو بدل بھی سکتی ہے
یہ نادیہ کہ سحرؔ ہے، تمھیں خبر ہی نہیں



نوید ظفر کیانی

کسی کی فردِ عمل کے ناقد، تمہیں خبر بھی نہیں ہے شائد
تم آپ ملحد، تم آپ عابد، تمہیں خبر بھی نہیں ہے شائد

کہیں کسی آسمان کی دلدلیں زمیں میں دھنسا ہوا میں!
کہیں سرِ راہ ہے تم بھی جامد، تمہیں خبر بھی نہیں ہے شائد

ضرورتوں نے محبتوں کے تمام رشتوں کو کھا لیا ہے
تمہیں ہو بس دعویدار واحد، تمہیں خبر بھی نہیں ہے شائد

جو راستوں کو بس اپنے ہی حوصلوں کی جاگیر جانتا تھا
بھٹکتا ہے وہ خلا میں جاہد، تمہیں خبر بھی نہیں ہے شائد

امیرِ محفل تو دیکھتا ہے کہ کس سے محفل میں ہے چراغاں
رہے ہیں محفل میں ہم بھی معتد، تمہیں خبر بھی نہیں ہے شائد

کئی برس سے تمھاری نظروں کو جس نے خیرہ کیا ہوا ہے
وہی ستارہ ہے میرا مولد، تمہیں خبر بھی نہیں ہے شائد

مری زمینوں کو میرے پاؤں تلے سے کھسکانے والے نکلے
یہ میرے رہبر، یہ میرے مرشد، تمہیں خبر بھی نہیں ہے شائد

تم ان کی خاطر لہو کی زنجیریں توڑتے پھر رہے ہو ناحق
یہ اجنبی رشتوں کے ہیں قاصد، تمہیں خبر بھی نہیں ہے شائد

جو زیست کی انگلی کو پکڑ کر تمھارے در سے گھما کے لایا
ہر ایک لمحہ تھا اپنا ماجد، تمہیں خبر بھی نہیں ہے شائد



نوید ظفر کیانی

بے خبری

علم و خبر ہے ایک مصیبت
اس سے وابستہ ہے شرارت
ہر بندہ ہے محوِ خباثت
اور خبر بن جائے شہادت
ے خبری بھی ہے اب نعمت

گین کریں کیا جا کر نالج
دولت کی ہیں ملیں یہ کالج
علم و یقیں کو ہوا ہے فالج
ٹھینگے پر ہے فہم و فراست
ے خبری بھی ہے اب نعمت

دنیا بھر میں گیا نمانا
اس کا چپہ چپہ چھانا
یہ جانا کہ کچھ نہ جانا
بہتر ہے بس علمِ جہالت
بے خبری بھی ہے اب نعمت

سن کر کالے دھن کے قصے
لاعلموں کے نتھنے پھولے
لیکن رہ گئے ''گالاں کڈھ'' کے
دیٔی پڑی اعمال کی قیمت
بے خبری بھی ہے اب نعمت

اب تو خبروں کے چینل تک
گمراہی کے ہیں پرچارک
ان کی بھی ہے کوشش انتھک
کوئی کبھی نہ پائے حقیقت
ے خبری بھی ہے اب نعمت

اب آگاہی جاں کا زیاں ہے
ٹینشن ڈپریشن کی دکاں ہے
اس سے کوئی فیض کہاں ہے
شامت شامت اور بس شامت
ے خبری بھی ہے اب نعمت

بحث سنیں تو یوں لگتا ہے
لاعلموں کا ہنگامہ ہے
اپنا بھانڈہ پھوڑ رہا ہے
سب کے سب ہیں محوِ حماقت
ے خبری بھی ہے اب نعمت

کیوں آزارِ علم سہیں ہم
اور یونہی بے پر کی کہیں ہم
بہتر ہے لاعلم رہیں ہم
لاکھوں سچ کی ایک صداقت
ے خبری بھی ہے اب نعمت



ہاشم علی خان ہمدمؔ

تمھارا ہونے لگا ہوں ، تمھیں خبر بھی نہیں
میں ہوش کھونے لگا ہوں ، تمھیں خبر بھی نہیں

یہ کھوئی کھوئی سی آنکھیں ہی مار دیں گی مجھے
میں ناؤ ڈبونے لگا ہوں ، تمھیں خبر بھی نہیں

یہ بانجھ سوچ کا بنجر نہال کب ہو گا
میں بیج بونے لگا ہوں ، تمھیں خبر بھی نہیں

جنوں کی آگ برابر جلا رہی ہے مجھے
چراغ ہونے لگا ہوں ، تمھیں خبر بھی نہیں

برائے چشمِ تمنا ، خوشی کے آنسو ہیں
میں ہنس کے رونے لگا ہوں، تمھیں خبر بھی نہیں

یہ کچی نیند جگائے گی رات بھر مجھ کو
اے خواب! سونے لگا ہوں، تمھیں خبر بھی نہیں

میں خار خار محبت کے پھول چنتے ہوئے
کہاں سمونے لگا ہوں ؟ تمھیں خبر بھی نہیں

میں حرف نو کی لپک سے غزال آنکھوں میں
غزل پرونے لگا ہوں ، تمھیں خبر بھی نہیں

سفیر شب ہے ، مرا غم گسار تکیہ ہے
میں جس پہ سونے لگا ہوں، تمھیں خبر بھی نہیں

ہماری سانس کا محور کوئی غبارہ ہے
سوئی چبھونے لگا ہوں ، تمھیں خبر بھی نہیں

مرے وجود پہ بارِ گراں نہیں لیکن
میں ہجر ڈھونے لگا ہوں ، تمھیں خبر بھی نہیں

لباسِ عشق نمیدہ ہے چاک دامن سے
یہ داغ دھونے لگا ہوں ، تمھیں خبر بھی نہیں

وفا کے شہر میں ہمدمؔ عجب گرانی ہے
میں خرچ ہونے لگا ہوں ، تمھیں خبر بھی نہیں

ہر ماہ نئے رنگ

پہلا ہفتہ: طرحی مشاعرہ رنگ

دوسرا ہفتہ: منفرد ردیف رنگ

تیسرا ہفتہ: منفرد قوافی رنگ

چوتھا ہفتہ: اصنافِ سخن رنگ

ان شاءاللہ